

حکیم الامت
اور
احمد رضا خاں

منشی عبدالرحمن خان

مکتبہ شرکت علمیہ ملتان



حکیم الامت
اور
احمد رضا خان

فہرست کتب دینیہ

جن کا ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہونا اشد ضروری ہے

قرآن مجید مترجم حضرت شیخ الہند و محشی مولانا شبیر احمد عثمانی مجلد ۔ ۲۶/-/-

سیرت کبریٰ مکمل دو جلد مجلد معہ گرد پوش یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جس میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے مذاق کے مطابق تیرہ رنگ کو نہایت عمدہ پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ ۱/۸/-

عقائد اسلام مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کی تازہ ترین تصنیف ۳/-/-

امداد الفتاویٰ مبوب مکمل تین جلد ۲۳/-/-

معین القضاۃ والمفتین (عربی) اس میں اسلامی شرعی قانون کو دفعات کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے ۱/۸/-

نصیحۃ الشیعہ مکمل مجلد معہ گرد پوش ۵/۴/-

تاریخ مذہب شیعہ مکمل غیر مجلد ۲/-/-

آداب تلاوت مع طریقہ تعلیم و حفظ قرآن مجید -/۳/-

مہاجرین و انصار اور ہم -/۹/-

فضائل نماز -/۱۲/-

فضائل قرآن مجید -/۱۲/-

رمضان -/۹/-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

حکیم الامت

اور

احمد رضا خاں

اس مبارک رسالہ میں مولانا احمد رضا خاں پیشوائے فرقہ بریلویہ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر جو غلط اور بے بنیاد الزامات لگائے تھے انکی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے

از منشی عبدالرحمن خان

ناشر

مکتبہ شرکت علمیہ ملتان شہر

باہتمام تنویر احمد ناظم مکتبہ شرکت علمیہ صدیقیہ پریس ملتان سے طبع ہو کر شائع ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

یہ رسالہ دراصل سیرت حکیم الامت کا ایک باب ہے۔ اس میں مولانا احمد رضا خاں پیشوائے فرقہ بریلویہ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر جو غلط اور بے بنیاد الزامات لگائے ہیں۔ ان کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس سے ارباب بصیرت حضرات حقیقت تک پہنچ سکیں گے۔ اور انہیں معلوم ہو جائیگا کہ جماعت بریلویہ کو جو بزرگان دین اور علماء حق سے عداوت ہے وہ محض خود غرضی اور عناد پر مبنی ہے۔ بریلوی فرقہ مسلمانوں میں تفرقہ اور پھوٹ ڈال کر فساد برپا کر رہا ہے۔ ان کی کفر بازی سے کوئی نہیں بچا۔ ہندوستان و پاکستان میں معدودے چند آدمیوں کو چھوڑ کر تمام مسلمانوں کو یہ گروہ کافر کہتا ہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے صحیح فرمایا ہے ؎

اوڑھ کر عمامہ رضا خاں آئے بدعت کا لحاف
ذات ان کی ہے مجدد بات انکی لام کاف

مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند
ہے وہ کافر جس کو ان سے ذرا بھی اختلاف
جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دید کے قابل ہے ان کا انعکاس و انعطاف
جو حریف اسلام کا ہو آپ ہیں اسکے حلیف
اس کے دشمن آپ ہیں جو ہو نصاریٰ کے خلاف
ہم مٹا دیں گے زمانہ میں نشان اسلام کا
بندہ پرور دیکھ لیں شیشے کی کیوں صاف صاف

(ہندوستان)

آج کل پاکستان میں فرقہ بریلویہ کے اکابر جگہ جگہ علماء اہلسنت کو گالیاں دے کر اپنی زبانوں کو پلید کر رہے ہیں۔ اگرچہ اس سے مسلمانوں میں سخت اشتعال پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن عام مسلمان بوجہ صبر و تحمل فساد سے اجتناب کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ حکومت بھی ان لوگوں کی ناجائز حرکتوں پر تادیبی کارروائی نہیں کرتی۔

بہرحال ارباب بصیرت سے التماس ہے کہ جہاں بھی یہ فتنہ اٹھے وہاں اس رسالہ کی اشاعت کر کے اس فرقہ کی چالوں سے لوگوں کو متنبہ کر دیں۔ فقط

نذیر احمد ناظم مکتبہ شرکت علمیہ ملتان
خیر المدارس

۷۸۶

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احوالِ واقعی

علماء حق کی مظلومیت کی داستان تاریخ اسلام کا ایک مستقل باب ہے۔ اسلام کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں حق کہنے اور حق کو قائم رکھنے کی پاداش میں اس جماعت کے اکابر کو جابر حکمرانوں کے ظلم و ستم اور علماء سوء کے سب و شتم کا نشانہ نہیں بننا پڑا۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حق و باطل کی اس جنگ میں جو چودہ سو برس سے جاری ہے۔ اہل باطل اہل حق کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے میں وقتی طور پر ضرور کامیاب ہوئے۔ مگر بڑی بڑی قوتوں کی پشت پناہی کے باوجود حق پر غلبہ پانے میں انہیں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

انگریزوں کے عہد حکومت میں سیاسی مفاد و مقاصد کی غرض سے ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ارباب اقتدار علماء سوء کی مدد سے ملک میں شیعہ سنی اور بریلوی دیوبندی کا سوال پیدا کر کے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دیتے تھے۔ انگریزوں کے چلے جانے کے باوجود ان کی پروردہ جماعت آج بھی ملک میں موجود ہے جو جمعیہ

اسلامیہ پاکستان کے امن و امان میں علاوہ خلل انداز ہونے پر مجبور نظر آتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اسلامی عربی مدارس کے سالانہ جلسوں کے موقع پر اہل حق کے پلیٹ فارم سے تو اتباع کتاب و سنت کی تلقین کی جا رہی ہوتی ہے اور علماء سوء کی سٹیج سے ان کے خلاف الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ جو ان کے نزدیک اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ چنانچہ امسال بھی ایک سوچے سمجھے پروگرام کے مطابق نہ صرف تو ایسے جلسوں میں پنجاب کے قریباً تمام شہروں کے اندر اشتہار پمفلٹ کے ذریعہ اکابر علماء حضرت مولانا اسماعیل شہید، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بعض تحریروں کو غلط طور پر پیش کر کے عوام میں ان اکابر اور ان کے متبعین کے خلاف نفرت پھیلانے کی سعی کی گئی۔ علاوہ ازیں شہر کی بعض مشہور مساجد میں جہاں ایک عرصہ دراز سے دیوبندی خیالات کے ائمہ کرام امامت کرا رہے تھے۔ انہیں اس منصب سے علیحدہ کرنے کے لئے بریلوی دیوبندی کا سوال پیدا کر دیا گیا اور [illegible] کا قوی احتمال ہو گیا کہ کہیں سر پھٹول نہ ہو جائے۔ اگر ایسے موقع پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان نے ہم خیال حضرات کو اپنے اکابر کے مسلک کی پابندی [illegible]

تے احساس اور ملک میں امن وامان بحال رکھنے کا مشورہ نہ دیتے تو
بہت ممکن تھا کہ حالات نازک صورت اختیار کر جاتے۔

حسن اتفاق سے انہی دنوں راقم الحروف نے حضرت مولانا محمد علی
تھانویؒ کی سیرت کے دو باب قلمبند کئے۔ جن میں دیوبندیوں اور بریلویوں
کا مسلک اور مفید جہات واضح کیا گیا تھا۔ ان ابواب کو مطالعہ کرنے
کے بعد بعض بزرگوں کی یہ رائے ٹھہری کہ مفاد عامہ کے پیش نظر ان
ابواب کو مختصر رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ عوام پر حقیقت
واضح ہو سکے کہ جس طرح حضرت تھانویؒ کو مطعون کرنے کی ناپاک کوشش
کی گئی۔ ان کے اکابر کے ساتھ بھی اس جماعت کا یہی معاملہ ہے اور
ناحق ان کے خلاف سب و شتم کیا جاتا ہے۔ اور تکفیر کے فتوے دئے
جاتے ہیں۔ تاکہ بمصداق قیاس کن ز گلستان من بہار مرا ان کی اصلیت
ظاہر ہو جائے۔

[illegible]
۱۰ رمضان المبارک [illegible]

احقر العباد
منشی عبدالرحمن خاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

نظام قدرت

نظام قدرت تکوینیہ اس بات کا متقاضی ہے کہ جب تک یہ نظام عالم قائم ہے خیر و شر کی قوتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار رہیں تاکہ اس معرکۂ حق و باطل میں لوگوں کی فہم و فراست اور علم و عمل کا امتحان ہوتا رہے کہ وہ اہل حق کے ساتھ صراط مستقیم پر چلتے ہیں یا اہل باطل کی معیت میں راہ ضلالت اختیار کرتے ہیں۔

اس ابتلاء و امتحان کے لئے نظام تکوینی کے تحت ہر زمانہ میں بالفاظ قرآن شیاطین الجن والانس کی جماعت بھی باقی رہی جس کا کام انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کرنا۔ اور لوگوں کو نبی کی پیروی سے روکنے کے لئے دھوکا اور فریب دینا بتلایا گیا ہے:-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ	اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے
عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ	دشمن بہت سے شیطان یعنی فریبی
وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى	آدمیوں اور جنوں کو پیدا کیا
بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا	جن میں سے بعض دوسروں کو ملمع

(انعام ع ۱۴) کی ہوئی باتیں فریب دینے کیلئے سکھلاتے ہیں۔

لازمی بات ہے کہ جب کوئی کسی پر ناحق تہمت لگاتا ہے یا بحث ہوتا ہے تو اسے رنج ہوتا ہے۔ اور اس رنج کی بنا پر غصہ آتا ہے جس سے بسا اوقات بڑی بڑی خرابیاں فتنے اور فساد رونما ہوتے ہیں۔ اسی لئے حق تعالٰے نے متذکرہ بالا خبر کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ہدایت و تلقین فرمائی کہ شیاطین الجن والانس کی جماعت دانستہ پیدا کی گئی ہے۔ اس کی باتوں کی طرف ہرگز التفات نہ کیا جائے نہ اس سے مناظرہ و مباحثہ کیا جائے بلکہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے فریضہ کی طرف توجہ دی جائے۔ کیونکہ ہدایت دینا میرا کام ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں ہے کہ

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ (انعام ع ۱۴)

اور اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کر سکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں، انکے حال پر رہنے دیجئے

اب نبوت بند ہونے کے بعد یہ جماعت وارثۃ الانبیاء یعنی دینی علماء کے درپے آزار ہو گئی اور تا قیام قیامت مصروف عمل رہے گی۔

وہابی ایٹم

زمانہ سابق میں اس جماعت کے پاس علماء، محققین اور اتقیاء صالحین کے خلاف استعمال کرنے کیلئے صرف ایک ہی ہتھیار تیر تکفیر تھا۔ جس کی مدد سے یہ اہل اللہ کی محبوبیت

و مقبولیت گھٹانے کی کوشش کرتی تھی۔ مگر یہ اہل حق کے لئے بھی حسب خواہش ایٹم بم کی طرح تباہ کن ثابت نہ ہوا تھا۔ فرقہ وہابیہ کے معرض وجود میں آنے سے اس جماعت کی بہت سی مشکلات آسان ہو گئیں۔ اور اس نے اہل حق کو ستانے اور ان کے روز افزوں اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لئے وہابیت کا ایٹم بم چلانا شروع کر دیا جس کی ہلاکت آفرینی کا حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اپنے "نقش حیات" میں یوں اعتراف کرتے ہیں:-

عوام میں اس قدر نفرت نام وہابی سے پھیلائی گئی کہ شرک و کفر، عیسائیت و یہودیت، ہندویت و بت پرستی سے مسلم عوام کو اتنی نفرت نہیں ہوتی جتنی کہ وہابیت سے ہوتی۔ مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ غالباً [illegible] یا اسی کے قریب زمانہ میں پنجاب کے اخباروں میں ایک واقعہ چھپا تھا کہ کسی گاؤں کا امام وہاں کے ایک ہندو بنئے کا مقروض تھا۔ قرضہ بڑھ گیا تھا۔ بنئے نے تقاضہ کیا اور آئندہ قرض دینا بند کر دیا۔ امام صاحب نے اس کو سمجھایا۔ مگر وہ نہیں مانا اور کہا کہ جب تک پہلا قرضہ ادا نہ کرو گے میں تم کو قرض نہ دوں گا۔

امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کر دیا کہ فلاں بنیا وہابی ہو گیا ہے۔ اس لئے

اس سے کسی قسم کا معاملہ خرید و فروخت، آمد و رفت کا جائز نہیں ہے۔ تمام باشندگان وبیہ نے بنیا کا بائیکاٹ کر دیا۔ بنیا بیچارہ دن بھر دکان پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا تھا اور کوئی آدمی اس کی دکان پر نہ آتا تھا۔ اس نے بعض لوگوں سے پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تو وہابی ہو گیا ہے۔ اسلئے ہم تم سے لین دین نہیں کر سکتے۔ بالآخر اس بنئے نے جا کر امام صاحب سے صلح کر لی۔ تو امام صاحب نے اگلے جمعہ اعلان کر دیا کہ بنئے نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے۔ اب لین دین جاری کر دو۔ چنانچہ بائکاٹ کھل گیا۔ خیال کیجئے کہ بنئے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں مانع نہ تھا۔ مگر وہابی ہونا مانع ہو گیا۔ (صفحہ ۱۲۴-۱۲۵)

بریلوی حملہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اصلاحی جہاد سے چونکہ ارباب بدعت کے ایوان اقتدار میں ایک زلزلہ سا آگیا تھا۔ اور ان کے حلقوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ اس لئے بریلویوں کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان نے حضرت تھانویؒ کی روز افزوں محبوبیت و مقبولیت اور آپ کے تجدیدی کارناموں کی اہمیت و افادیت کو گھٹانے کے لئے یہ چال چلی کہ حضرت تھانوی کے رسالہ حفظ الایمان کے دو فقروں اور آپ کے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی بعض تحریروں کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اور انہیں حسبِ منشا بگاڑ کر ایک رسالہ "حسام الحرمین علی منحر اہل الکفر والمین" کے نام سے ان حضرات کے خلاف مرتب کیا اور لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے اور ان حضرات کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے اولاً ان حضرات کو اس رسالہ میں وہابی ظاہر کیا۔ اور ثانیاً ان کی مسخ کردہ تحریروں کو پیش کر کے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا اور ثالثاً دور و قریب سے اس پر علمائے عرب کے دستخط بھی حاصل کر لئے علماء حرمین چونکہ پہلے سے ہی وہابیوں کے زخم خوردہ تھے اور ان حضرات کی اصل کتابوں سے جو اردو میں تھیں۔ اور جن کے حوالہ جات اس رسالہ میں درج تھے۔ واقف نہ تھے۔ اسلئے وہ وہابیت کے فریب میں جلد آ گئے اور رسالہ حسام الحرمین پر اصل کتب دیکھے بغیر محض مولوی احمد رضا خان کے بیان پر اعتبار کرتے ہوئے فتویٰ کفر کی تصدیق کر کے اس پر دستخط ثبت کر دیئے۔ علماء حرمین کو مولوی احمد رضا خان نے کس طرح فریب دیا۔ اس کی تفصیل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے "نقش حیات" اور ان کے رسالہ "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" یا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کے رسالہ "المہند علی المفند" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس فتویٰ کفر کے اجراء سے ملک کے سنجیدہ طبقہ کو بہت ہی صدمہ

بھیجا۔ بعض مقامات پر فتنہ و فساد بھی ہوا۔ بعض حضرات یہ امید لگائے بیٹھے رہے کہ اس کی تردید میں دربار اشرفیہ سے کوئی بلند اعلان شائع ہوگا۔ مگر حضرت تھانوی نے مذکورالصدر احکام قرآنی کے ماتحت اس جماعت کی افترا پردازیوں کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ دی۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ اس فتنہ انگیزی کے لئے قطعاً مجبور اور احکام ازل کی طرف سے مامور ہیں۔

میدان سے فرار

ایسے سنگین فتوے کے جواب پر حضرت تھانوی کی خاموشی نے ایک طرف تو آپ کے مخالفین و معاندین کو زیادہ شرانگیزی کا موقع دیا۔ دوسری طرف ناسمجھ لوگ یہ سمجھے کہ شاید یہ حضرات ان اعتراضات کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ اس پر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری نے مولوی احمد رضا خاں کے اتہامات کا مستقل جواب شائع کیا۔ جس کی تردید کی اس ساری جماعت کو آج تک جرأت نہ ہوئی۔ مگر اس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ عذر کیا کہ

> مولوی اشرف علی تھانوی جن کی بابت علماء نے رد شدہ دیا ہے، یا بابت ہوگی ہم سے مناظرہ کریں۔ یا ہماری تحریر کا جواب دیں۔ مولوی مرتضیٰ حسن ہمارے مخاطب نہیں۔

اب حضرت تھانوی ایسے مناظروں کو پسند نہ کرتے تھے۔ مگر اتمام حجت کے لئے آپ تحریر و تقریر کے لئے تیار ہو گئے۔ چند نمبر میں

مناظرہ نمبر ۱: آپ نے مولوی احمد رضا خاں کو اپنے دستخطی تحریر بھیجی کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمائیے مگر مولوی احمد رضا خاں جو چپ سادھ گئے۔ اور حضرت تھانوی کے خط کا جواب دینے کی بجائے متعلقین مناظرہ کو ایک بے سروپا خط لکھا اور مناظرہ سے پہلو تہی کی۔ مگر شیدائیان حق نے مولوی احمد رضا خاں کو پیچھا چھڑانے کی اجازت نہ دی۔ اور بالآخر مراد آباد میں حضرت تھانوی اور مولوی احمد رضا خاں کا مناظرہ قرار پایا۔ چونکہ حکومت انگریزیہ وقتاً فوقتاً سیاسی اغراض و انتشار پیدا کرنے کے لئے اس جماعت کا تعاون حاصل کرتی رہتی تھی۔ اس لئے اسے اس کی زندہ ضرورت تھی اور آڑے وقتوں میں وہی ان لوگوں کو اپنے زیر حفاظت میں پناہ دیتی تھی۔ جب مولوی احمد رضا خاں اور ان کی جماعت نے دیکھا کہ گروہ دیوبندی کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے۔ تو انہوں نے چودھری نے پولیس میں اطلاع کروی کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں۔ اس پر حکومت نے مناظرہ کی ممانعت کر کے مولوی احمد رضا خاں کو مناظرہ کی مصیبت سے بچایا۔ اور اس طرح انہوں نے مجدد الملت کے سامنے آنے کی بجائے راہ فرار اختیار کی۔ اس سلسلہ میں جو خط و کتابت اور اشتہار و اعلان شائع ہوئے۔ ان کی تفصیل رسالہ قاصمۃ الظہر فی جلد نمبر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

انکشاف حقیقت

جماعت بریلویہ کے اعلیٰ حضرت کی اس

گریزپائی نے گو ان کے دجل و فریب کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا تھا
اور ان کے کذب و افترا کی قلعی کھل گئی تھی گزشتہ بدعتین کی ابھی تک
تسلی نہ ہوئی تھی۔ اس لئے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری نے
بڑی دانائی سے کام لیتے ہوئے انکشاف حقیقت کے لئے حضرت
تھانوی کی خدمت میں حسب ذیل استفسار نامہ بھیجا۔

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ
اشرف علی صاحب دامت فیوضکم العالیہ ۱۰۲۹۲

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی
یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ
نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ ایسا ہر بچے اور ہر پاگل
بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اس لئے امور ذیل دریافت
طلب ہیں:۔

۱۔ آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح
کی ہے؟

۲۔ اگر تصریح نہیں۔ تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت
سے نکل سکتا ہے؟

۳۔ کیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

۴۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی۔ نہ اشارۃً مفاد



عبارت ہے نہ آپ کا مراد ہے۔ تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے۔ یا
صراحتہً یا اشارۃً کہے۔ اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا عنہ (بسط البنان ص ۳)

حضرت تھانوی نے اس کا جواب یہ لکھا۔

مشفق مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے

۱۔ یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ اور لکھنا تو در کنار میرے
قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ چنانچہ اخیر
میں عرض کروں گا۔

۳۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں
بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا۔ تو میری مراد
کیسے ہو سکتا ہے؟

۴۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے۔ یا بلا اعتقاد صراحتہً یا اشارۃً یہ بات
کہے۔ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تکذیب کرتا ہے
نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ
علیہ وسلم کی۔

یہ تو جواب ہے آپ کے سوالات کا۔ اب آخر میں اس جواب کی
تکمیل کیلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ رسالہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی تقریر

توضیح کروں۔ جس کی بنا پر مجھ پر یہ تہمت لگائی گئی ہے۔ حالانکہ وہ خود واضح ہے۔ اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ خاص ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اور جو بواسطہ ہو۔ وہ مخلوق کیلئے ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ یعنی محض اس بنا پر کہ علوم غیبیہ بالواسطہ حاصل ہیں۔ آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو۔ تو اس سے اگر کل غیب مراد ہو تو وہ نقلاً عقلاً محال ہے۔ اور اگر بعض علوم مراد ہوں۔ گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو۔ اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو۔ تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو وغیرہ کو بھی حاصل ہے۔ تو لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ... الخ
(بسط البنان ص۷)

اگر ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہوتا۔ تو پھر بات قابل گرفت ہو سکتی تھی مگر آپ نے لفظ اتنا نہیں فرمایا جس کا فرق ظاہر و باہر ہے کیونکہ برابری مقدار میں لفظ اتنا میں ہو سکتی تھی۔ لفظ ایسا میں نہیں بہر حال اس سے اتنا تو عیاں ہے کہ اس جماعت کو حضرت تھانوی کی ہزاروں تصنیفات اور ہزاروں ملفوظات میں اور تو کوئی ایسی تحریر نہ مل سکی۔

جس سے تنقیص و تکفیر کا کام لیا جا سکتا ...... لے دے کے ان کے ہاتھ میں صرف یہی ایک ایسی سطر آسکی جس کو تنبیہاً سیاق سباق سے الگ کر کے لوگوں کو دھوکا دیا گیا۔ کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا۔ اور جسے وہابیت کے جوش میں مزین کر کے کم علم لوگوں کو فریب دیا گیا۔

وجہ تاخیر | مذکورہ بالا جواب کے اخیر میں آپ لکھتے ہیں کہ۔ احقر نے اب تک ایسی لغویات کے جواب دینے کی طرف التفات نہیں کیا تھا کیونکہ تجربہ سے اس پر کوئی معتدبہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ اب جو آپ نے طریقہ سے پوچھا۔ تو میں نے اپنے معلومات ظاہر کر دیئے۔ اس سے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اب تک کیوں نہیں لکھا۔ شاید اب رجوع کر لیا ہو۔ سو وجہ نہ لکھنے کی یہ تھی کہ کسی نے مجھ سے انسان کی طرح پوچھا نہ تھا۔ باقی رجوع تو وہ ہے کہ جو پہلے اور قول اور عقیدہ ہو۔ اور اب اس کو ترک کر کے دوسرا عقیدہ اور قول اختیار کیا ہو۔ بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ عقیدہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔
(بسط البنان ص۸)

وہابیت کی تہمت | مولوی احمد رضا خان صاحب باشاء اللہ عالم تھے۔ مگر ان کا شمار ایسے علماء کے زمرہ میں کیا جاتا ہے جن کا اپنے علم پر عمل نہیں تھا۔ کیونکہ مولوی احمد رضا خان

لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی حقیقت سے لاعلم نہ تھے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خدا کی بھیجی ہوئی لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے تو اس علم کے باوجود انہوں نے بہت بڑے تاریخی جھوٹ سے کام لیتے ہوئے حضرت تھانوی پر وہابیت کی تہمت لگائی۔ حالانکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ۔

۱۔ حضرت تھانوی کو محمد بن عبدالوہاب بانی فرقہ وہابیہ سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔

۱۔ وہابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے سفر ممنوع قرار دیتے ہیں اور حضرت تھانوی اسے ضروری قرار دیتے تھے۔ بلکہ اس شرف سے خود بھی مشرف ہو چکے تھے۔

۲۔ وہابی توسل بالانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد از وفات حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف جائز اور مفید سمجھتے تھے۔ بلکہ اقرب الی الاجابت قرار دیتے تھے۔

۳۔ وہابی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور حضرت تھانوی حضور نبی اکرم سے اس قدر ادب و عقیدت کا اظہار فرماتے تھے کہ ظاہر بینوں کو غلو و مبالغہ کا احتمال ہوتا تھا جیسے کہ حضرت تھانوی کی تصنیف لطیف نشر الطیب اور زاد السعید اس پر شاہد عدل ہیں۔

۵۔ وہابی تصوف طریقت ذکر و شغل وغیرہ کے منکر ہیں اور حضرت

تھانوی ان امور کے جامع اور مجدد تھے۔

۶۔ وہابی تقلید شخصی کے بالکل قائل نہیں۔ مگر حضرت تھانوی سلف صالحین کی اتباع اور مجتہدین کی تقلید شخصی کے قائل و عامل تھے

کفر کا فتویٰ

مزید برآں مولوی احمد رضا خاں کو اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ غیر مستحق کی تکفیر از اپنے کفر کا اثبات کرنا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ اگر تکفیر و طعن کسی غیر مستحق کی طرف عائد کی جائے گی تو وہ اسی پر لوٹ آئے گی۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے دیدہ و دانستہ ایک بے بنیاد احتمال پر ناحق حضرت تھانوی اور ان کے اکابر پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جن کا اسی بارہ میں اپنا مسلک یہ تھا کہ

اگر کسی کے کلام میں ہزار احتمال ہوں۔ جن میں سے نو سو ننانوے احتمالات کفریہ ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو۔ تو اس کی تکفیر جائز نہیں دیکھئے [illegible]

تنگ ظرفی اور وسعت خیالی کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے لیکن جب حضرت تھانوی نے اس عبارت کی خود وضاحت کر دی جس کی بنا پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا تھا کہ اس کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو مولوی احمد رضا خاں سمجھے ہیں۔

۷۔ اور اس مفہوم کو جو مولوی احمد رضا خاں نے لیا خبیث کہا

اور اس عقیدہ کا ہر جگہ انکار و ابطال کیا۔ بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو خارج از اسلام کہا۔

شرافت کا تقاضا

تو شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ مولوی رضا خاں اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیتے۔ اور آئندہ کے لئے اس کی نشر و اشاعت ممنوع قرار دیتے۔ اور اپنی جماعت سے سختی کے ساتھ اس کی پابندی کراتے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ حضرت تھانوی کے مذکورہ صدر اعلان کے بعد خود مولوی احمد رضا خاں کی موجودگی میں ان کی زیر نگرانی رسالہ حسام الحرمین کی نشر و اشاعت ہوتی رہی اور ان کی جماعت آج تک اپنے اعلیٰ حضرت کی سنت ادا کرتے ہوئے بدستور حضرت تھانوی اور آپ کے اکابر کو...... کافر اور دجال کہے جا رہی ہے۔ اور وہی فتویٰ ہر سال از سر نو شائع کرا کر اپنے جلسوں میں تقسیم کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ امسال ۱۳۸۳ھ جبکہ یہ سطور لکھی جا رہی تھیں۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں ایک پمفلٹ بعنوان "دیوبندی مولویوں کے عقیدوں کی کہانی۔ دیوبندی مولویوں کے پیشواؤں کی زبانی" شائع ہوا تھا۔ جس میں انہی باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے جو فتویٰ کفر کی بنیاد بنائی گئی تھیں۔ اور جن کی خود ان بزرگوں نے توضیح یا تردید عرصہ سے کر دی ہوئی ہے۔ جن سے وہ منسوب ہیں۔ آخر یہ خیانت و شقاوت نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ اپنا دین و ایمان ضائع کرے اور اپنی عاقبت خراب کرکے ایک بے گناہ اور بے قصور انسان کو متہم کیا جائے۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست

مسلکِ اشرف

قرآن کریم نے اس جماعت کے متعلق جن الفاظ میں خبر دی تھی۔ مذکورہ بالا واقعات نے اس کی حرف بحرف تصدیق کر دی اور اس کے مقابلہ میں جو طریق کار اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس پر حضرت تھانوی نے پورا پورا بلکہ ضرورت سے بھی زیادہ عمل فرمایا۔ چنانچہ آپ رسالہ حکایات الشکایات مع درایات الحکایات کے دیباچہ میں اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ایک مدت سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بیجا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس میں اکثر کا سبب تعصب و تحزب ہے اس کے جواب کی طرف احقر نے اسلئے کبھی التفات نہیں کیا کہ بیجا اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھتا نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آجکل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا۔ بلکہ کلام اور زیادہ مطول ہو جاتا ہے۔ جس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور غایت بھی حاصل نہیں ہوتی تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہتے کہ اس کام کیلئے مجھ کو وقت بھی نہ مل سکتا تھا۔ چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا۔ ایسے اعتراضات کا جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی۔ یعنی اہل خلوص کو تو کہتا نہیں۔ مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقد کم ہو جائیں گے۔ شان میں فرق آجائیگا۔ جس کا حاصل ارضاء عوام ہے۔ سو مجھ کو طبعاً اس مقصود یعنی ارضاء عوام سے غیرت آتی ہے باقی بعض محبین کی یہ توجیہ کہ اعتراض سے عام مسلمانوں کو بدگمانی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

تو جواب سے ان کا اس گناہ سے بچانا ہے۔ تامل کے بعد جو توجیہ پہلے
گفتگو میں معلوم ہوئی ہے یعنی مسلمان دوسرے ہزاروں گناہوں میں مبتلا
ہیں ان سے بچانے کا اس قدر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا نیز دوسرے علماء
حقانی سے اگر ایسی ہی بدگمانی ہو جائے۔ اس کے رفع کرنے کا وہ اہتمام
نہیں ہوتا جو اپنے نفس یا اپنے کسی معتقد فیہ کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ
اس نہ ہونے کا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات تو اگر ان بزرگوں سے
کچھ خشکی ہوتی ہے تو نفس میں ایک گونہ سرور پیدا ہو جاتا ہے کہ اچھا ہوا
ان کی ذرا رسوائی تو ہوئی۔ [illegible] کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر اپنے یا اپنے اکابر
کے کسی فرد [illegible] سے بھی کسی کو بے جا بدگمانی ہو۔ تو اس کے رفع کے
لئے ویسا ہی اہتمام ہو۔ جیسا اپنے یا اپنے اکابر کے لئے ہوتا ہے
پھر اس توجیہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اگر اپنے کسی زندگی کے لئے
ویسا اہتمام کرے۔ تو اس کو نصرت مظلوم میں بھی داخل کر سکتے ہیں۔ جو
طاعت ہے۔ مگر اپنے نفس کے لئے ایسا کرنا تو کوئی طاعت بھی نہیں گو
جائز ہو۔ مگر ممکن ہے کہ کسی کو بعض جائز سے بھی طبعاً انقباض ہوتا ہو۔
چونکہ احقر کو اس سے انقباض ہوتا ہے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے
عوام کی خوشامد کی جا رہی ہو۔ کہ ہم سے ناراض نہ ہونا۔ ہم کو برا مت سمجھنا
ہماری برائی تم سے کسی نے [illegible] ہو گئی ہے۔

سو جہاں کوئی دینی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا مضائقہ نہیں اور
جہاں یہ بھی نہ ہو تو انسان کیوں تعب میں پڑے اور تضییع مالایعنی کرے

جاوے یہ کوئی معتقد بہ ضرور نہیں جس کے لئے اتنا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ ہے
میرا مذاق [illegible] مسلک [illegible] وجوہ سے میں نے اس کا کبھی قصد نہیں کیا
ہاں اپنے مخلص محبین کو اس کی اجازت دی ہاں اگر کسی مخلص نے [illegible]
[illegible] مجھ سے مشورہ لیتے ہوئے بھی جواب دیا تو نفس کو [illegible] مشورہ ہوا
گو جیسے پر مشورہ بھی نہیں دیا۔

[illegible] کی رعایت

[illegible] حکایات الشکایات لکھنے کی ضرورت کیوں پیدا ہوئی۔ اس کا جواب
ہونے پر [illegible] کا مصداق ہے۔ اس کا جواب خود اسی رسالہ میں موجود
لکھ دیا ہے۔

آج کل بعض جو نئے اعتراضات مجھ پر کئے جاتے ہیں ممکن ہے
بعض معتقدین [illegible] کو اب تک ان اعتراضوں کا علم نہ ہوا ہو [illegible]
[illegible] کہ میں ان کا معتقد ہوں اور اگر علم ہو جاتا تو معتقد نہ رہتے۔ تو
گویا [illegible] بقاء عقیدت [illegible] دھوکا میں ہے اور دھوکہ سے مسلمانوں کو بچانا
ضروری ہے۔ جیسا کسی تاجر کے سودے میں کوئی کھوٹ ہو۔ تو ظاہر کر دینا
[illegible] ضروری ہے۔ [illegible] اگر تاجر کے علم میں وہ کھوٹ نہ ہو۔ لیکن بعض
مشتری کے ذہن میں ہو جب بھی گو تاجر [illegible] اس کا اظہار واجب نہیں لیکن
[illegible] صفائی کا کمال پھر اسی کو مقتضی ہے کہ ایسے امر کو بھی
[illegible] اپنی تحقیق کے دوسرے مشتری کے سامنے ظاہر کر دے۔ تاکہ وہ

دونوں قوموں کو حسن آزادی سے رشتے قائم کرکے خودبینی نے خودی نے
میں ممتاز ہے۔ لہٰذا مناسب ہوا کہ چند ایسے اعتراضات نقل کرکے
اپنے نزدیک جو ان کی حقیقت ہے اس کو بھی لکھ دیا جائے تاکہ دیکھنے
والے دونوں کو دیکھ لیں، پھر جس کا جی چاہے اعتراض سے تعلق پیدا کرے یا
رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے۔ خصوصاً یہ بھی مصلحت ذہن
میں آئی کہ بعض لوگ واقعی حق کے طالب ہوتے ہیں۔ اور اصل وجہ معلوم
نہ ہونے یا اس کی حقیقت نہ سمجھنے سے تردد میں پڑ جاتے ہیں اور وہ
خلوص کے ساتھ تردد کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔ ایسوں کا تردد دفع کرنا بھی
کا ایک شعبہ ہے جو کہ طاعت ہے، سو ساتھ ساتھ یہ طاعت بھی ادا
ہو جاوے گی۔ پس اس مجالہ مختصرہ میں ان مضامین کو اس ترتیب سے لکھا
جاویگا کہ اول ایک وہ مضمون جو مبنی ہے اعتراض کا بعنوان حکایت لکھوں
پھر معترض کے اعتراض کو بعنوان شکایت نقل کروں گا۔ پھر اپنے نزدیک
جو اس کی حقیقت واقعیہ ہے بعنوان روایت لکھ کر ختم کروں گا۔ ومثل
ہذا اس طرز سے اظہار واقع سنت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہے
کما قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ یوسف علیہ السلام فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ
ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ
إِلَىٰ قَوْلِهِ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۔ الآیۃ یعنی مقصود بالذات اس اظہار سے
اپنا تبریہ یا تزکیہ نہیں گو برأت مطابق واقع کے ہو گئی ہے بلکہ دوسرے
مصالح وغیرہ سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے



پھر اپنے سے تہمت رفع کرنا سنت بھی تو ہے۔ پس اس وقت تو
اپنی تین حالتیں پیش نظر ہیں، ایک محبین کی ملامت اور مخالفین کا اعتراض
دوسرے ان سب اعتراضوں کو جمع کر دوں، دوسرا عیب جو عقلوں میں سمجھا تھا
از خود ایک جگہ جمع کر دینا تاکہ اسے میرے عیب تلاش کرنے میں
تکلیف نہ ہو، تیسرے اس جمع کرنے میں یہ نیت کہ جس کا جی چاہے
تعلق رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ ان تینوں حالتوں پر تین شعر
بے ساختہ ذہن میں آتے ہیں۔ اول کے متعلق مومن خاں کا شعر ہے

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

ثانی کے متعلق اسی غزل کا دوسرا شعر ہے

میں گلہ کرتا ہوں اپنا، تو نہ سن غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ثالث کے متعلق غالب کا شعر بتغیر یسیر ہے

ہاں وہ نہیں وفا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

ایک عجیب اہتمام

حضرت تھانوی کی مقبولیت پر مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی:-

محض خود کے بنے ہوتے اور تقدس کے سانچے میں ڈھلے
ہوئے کرتے یوں ہی نہیں، آپ دل سے ترکیب پاتے ہوئے

انسانی دل اور بشری جذبات رکھنے والے انسان تھے۔"

(حکیم الامت صفحہ ...)

اسلئے آپ نے اپنی تحریروں میں سہو و خطا کی جانچ پڑتال کرانے کے لئے اہل علم و دیانت ناقدین کی ایک کافی جماعت اس غرض کیلئے متعین کردی تھی کہ وہ

"میری تمام تحریرات کو نظر تنقید سے دیکھا کرے۔ جو ان کی رائے میں قابل اشاعت نہ ہوں ان کو یا حذف کردیں یا ان پر نشان لگادیں تاکہ ان کو کوئی شائع نہ کرے۔ باقی اگر کوئی خاص مکتوب الیہ کسی خاص مضمون کو جواب خطوط خود بدون میرے علم کے شائع کرے تو وہ اختیار سے خارج ہے۔ اب اگر کوئی مضمون جو ناقدین کے نزدیک موہم ہو یہاں سے شائع ہو تو اس کے متعلق خط و کتابت بجائے میرے ناظم جماعت انتخاب التالیف تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر) مناسب ہے۔"

اشرف علی تھانوی عفی عنہ آخر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

عفو عام

حضرت تھانویؒ کے مخالفین و معاندین کی طرف سے چونکہ ان بے بنیاد اتہامات و اعتراضات کی تشہیر و اشاعت اسلئے کی گئی تھی کہ لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہونے کی بجائے آپکو سب و شتم کریں اور حضرت تھانوی کو نہ مخلوق کی خوشنودی مطلوب تھی اور نہ آپ کسی کو تکلیف میں مبتلا ہوتا دیکھ سکتے تھے بلکہ آپ کا تصوف عملی

ہی راحت رسانی خلق تھا۔ اسلئے آپ نے رسالہ حکایات الشکایات کے اخیر میں اعلان کردیا کہ

"ان مضامین (اعتراضات) سے جو کچھ تشویش عوام میں ہوتی اس کا حاصل مجھ کو سب و شتم کرنا تھا۔ بحمداللہ کسی مقصود دینی میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوا ہو۔ ۔۔۔ اپنے سب و شتم کو بامید عفو حق سب کو معاف کرتا ہوں۔"

اور ایک دوسرے اعلان کے ذریعہ جس کا ذکر سیرت کے حصہ دوم باب المعاملات میں گزر چکا ہے۔ آپ نے ان دونوں فریقوں کو معاف کردیا تھا جو آئندہ ایسی افتراء پردازیاں اور کذب بیانیوں کے مرتکب ہوتے رہیں گے کہ

"قیامت کے روز ان سے محض میری وجہ سے مواخذہ نہ ہو کیونکہ کسی کو عذاب ہونے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔"

گویا اپنے مخالفین و معاندین کے لئے وہی آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک پر عمل پیرا تھے کہ "خطا کا جواب عطا سے دیا جائے"

سیاسی بہتان

مذکورہ بالا مصنوعی بہتانوں کے علاوہ آپ پر سیاسی مخالفین کی طرف سے یہ بہتان لگائے گئے۔

۱۔ آپ خلافت کے مخالف تھے۔

۲۔ سلطنت اسلامیہ کے مٹنے سے خوش تھے۔

۳۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی کے مخالف تھے۔

۴۔ آپکے بعض خدام ان کو برا کہتے تھے اور آپ انہیں نہ روکتے تھے۔

وہ آپ حکومت انگریزی سے تنخواہ پاتے تھے۔
غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ جو جس کے جی میں آتا بکتا رہتا اور عوام میں آپ کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتا رہتا۔ اس پر بعض حضرات نے آپ سے ان امور کی تردید کے متعلق بھی کوئی تحریر شائع کرنے کی درخواست کی اور اس کی مصلحت پیش کی کہ ایسی افترا پردازیوں سے آپ کی ذات کو تو نقصان نہ پہنچے گا۔ لیکن بدگمانیاں پھیلانے والوں کا دین ودنیا خراب ہوگا۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

جواب باصواب

میرا اللہ کو معلوم ہے کہ یہ سب باتیں غلط ہیں نہ میں نعوذ باللہ خلافت کا مخالف ہوں کیونکہ مسئلہ خلافت ایک اجماعی مسئلہ ہے نہ میں سلطنت اسلام کے ضعف وزوال سے نعوذ باللہ خوش ہوں بلکہ اللہ کو خبر ہے یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اور میری یہ حالت ہے کہ جب مجھے مسلمانوں کی دینی ودنیوی تباہی کا خیال آجاتا ہے جس میں زیادہ حصہ خود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کا ہے۔ تو رگ رگ میں غم وغصہ پھیل جاتا ہے اور کھانا کھاتے ہیں خیال آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہوجاتا ہے۔ اور نہ میں حضرت مولانا محمود الحسن کا نعوذ باللہ مخالف ہوں۔ بلکہ جس قدر محبت وعظمت حضرت قدس سرہ کی میرے دل میں ہے اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ رہا کسی مسئلہ میں رائے کا اختلاف سو ایسا اختلاف مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے بھی رہا ہے بلکہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی رہا ہے



اور اس اختلاف کی ان حضرات کو اطلاع بھی ہوگئی مگر کبھی ان کو تکدر نہیں ہوا اس کو مخالفت کہنا عمری فی الدین ہے امام ابوحنیفہؒ سے امام ابویوسف وامام محمدؒ نے باوجود شاگرد ہونے کے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ صاحبین امام صاحب کے حریف و معاند تھے۔ استغفر اللہ۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ محض بعض امور میں اختلاف رائے کی بنا پر جس کا ذکر میرے اعلان ملقب بعنوان اعتراف حق کے مسلک کی تشریح میں بتلا دیا گیا ہے۔ مجھے حضرت مولانا کا مخالف کیوں سمجھا جاتا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ میرا یہ اختلاف حضرت مولانا سے سال دو سال سے نہیں پیدا ہوا بلکہ بہت زمانہ پیشتر کا ہے پس اگر یہ اختلاف دینی حیثیت سے مضر تھا۔ تو خود حضرت مولانا نے مجھے اپنی اتباع پر کیوں نہ مجبور کیا یا اس اختلاف کو مذموم کیوں نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ اختلاف مخالفت تھا۔ تو حضرت قدس سرہ نے اخیر تک مجھ سے وہی سابق بزرگانہ شفقت کا برتاؤ کیوں رکھا۔ یہ واقعات خود بتلاتے ہیں کہ یہ اختلاف نہ دینی حیثیت سے مضر تھا اور نہ اس کو مخالفت کہا جا سکتا ہے۔

رہا یہ الزام کہ میرے بعض متعلقین حضرت قدس سرہ کے مخالف ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے کسی متعلق نے حضرت کی شان میں نہ تقریراً کوئی گستاخی کی اور نہ تحریراً۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا۔ تو میں فوراً اس سے قطع تعلق کر دیتا۔ بعض لوگوں نے یہ تہمت مجاہد سے (مولانا) مولوی ظفر احمد (مولانا) مولوی حبیب احمد کی تحریرات پر رکھی ہے۔ مگر کیا

جماعت میں حضرت اقدس کے ساتھ شدت عقیدت وغایت احترام کو ظاہر کر
دی ہیں۔ مثلاً آخری پیام میں وہ دونوں لکھتے ہیں کہ ہم نے اپنی متعدد
تحریروں میں اس امر کو صاف کر دیا ہے کہ نہ ہم کو حضرت مولانا محمود الحسن
صاحب قدس سرہ سے کبھی مخالفت ہوئی اور نہ اب ہے۔ بلکہ ہم انکے
ساتھ حسن عقیدت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بھی غلط
ہے کہ میں گورنمنٹ سے تنخواہ پاتا ہوں۔ اگر کسی کے پاس اس کا کوئی
ثبوت ہو۔ تو میں عام طور پر ہر شخص کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ پیش کرے اور
اگر وہ پیش نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکتا تو اس کو چاہیے کہ توبہ کرے
اور اگر کوئی مجھ سے اس امر میں مباہلہ کرنا چاہے۔ تو میں مباہلہ کر سکتا ہوں۔
گو میں اپنی طرف سے کسی ایسے اعلان کی ضرورت اسلئے نہیں سمجھتا کہ
لوگوں کا میرا معتقد ہونا یا معتقد رہنا دین میں ضروری نہیں۔ اہل حق میں سے
جس کے بھی متبع ہو جاویں ان کیلئے کافی ہے۔"

(النور۔ ماہ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ) ۱۰۷۲۲

واضح ہو آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا ایجنٹ مشہور کرنے کی وجہ یہ تھی کہ
الف حضرت تھانوی بھی پاکستان بننے کے سب سے زیادہ اور اولین خواہاں تھے
ب مسلمانوں کے بڑے بڑے واجب الاحترام لیڈروں کی موافقت
کے باوجود آپ مسلمانوں کے کانگریس میں شامل ہونے کے سخت مخالف تھے
ج۔ آپ قائد اعظم کی دینی تربیت فرما رہے تھے اور مسلم لیگ کی حمایت
کر کے قائد اعظم کی پشت پناہی کر رہے تھے جس کا خود قائد اعظم نے

بعض موقعوں پر فخریہ اظہار فرمایا تھا۔ بلکہ دفتر کے ٹکٹ سے بھی ذکر کیا تھا۔
تاکہ قائد اعظم کے نیک مقاصد کو نقصان پہنچایا جائے جس کی
تفصیل اگلے ابواب میں آرہی ہے۔

وہمی ضیاع

حضرت تھانوی کے تذکرہ الاجواب بالصواب جس کی
غیر شاہ میرٹھی کی تاریخ کو داوین میں منقول ہے۔ مخلصین نے
عرض کیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن لوگوں کا دین بلکہ ایمان
افترا پردازیوں سے دشمن کے برباد ہو رہا ہے۔ جواب شائع ہونے
سے اس کا تدارک ہو جائے گا۔" تو آپ نے فرمایا:۔

ازالہ ضیاع

"عجب لوگ خود ہی اپنا دین برباد کریں۔ تو میں کیا کر سکتا
ہوں۔ کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی بے گناہ پر تہمت لگانا
گناہ ہے۔ ضرور جانتے ہیں۔ پھر کیا باتیں وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ تمام
جو میری طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ایسی ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت انکے پاس
نہیں۔ ضرور جانتے ہیں۔ تو پھر جب باوجود ان باتوں کے جاننے کے وہ
ایسی باتیں میری طرف منسوب کرتے ہیں تو گویا وہ قصداً گناہ میں مبتلا
ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں بھی
تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگو میں اچھا ہوں۔ تو مجھے برا نہ کہو۔ سو مجھ کو
اس سے غیرت آتی ہے اور اگر باوجود ناگواری میں گوارا بھی کروں۔ تو
اس پر شبہ ہو سکتا ہے کہ اپنی غرض سے ایسا کرتا ہے۔ اس شبہ کو
کیوں کر رفع کیا جائے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ دنیا میں سب کی

ناواقف نہیں ہیں بلکہ ان میں سمجھدار حضرات بھی ہیں۔ جو میری حالت سے بخوبی واقف ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ یہ تمام باتیں جو میری طرف عوام منسوب کرتے ہیں۔ غلط ہیں اور لوگ ناحق بدگمانیاں کرکے معاصی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس اگر عوام کے دین کی حفاظت کی غرض ہوتی تو یہی تدبیر یہ تھی کہ واقف حضرات خود ان بدگمانیوں کو دفع کرتے اور لوگوں کو نفع پہنچاتے اور ان کا ایسا کرنا مفید بھی ہوتا۔ کیونکہ وہ بے غرض تھے۔ اور مجھ پر غرض کا شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کو میں دور نہیں کر سکتا۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ میں ایسا چاہتا ہوں۔ جس نے معاملہ خدا کے سپرد کر رکھا ہے۔ مقصود صرف اس سوال کے جواب میں اس طریق سے اطلاع دینا ہے۔ اس وجہ سے جو تدارک میرے اختیار میں تھا۔ وہ صرف یہ تھا کہ میں ان تمام لوگوں کو جو ناحق بدگمانی، افترا، سب و شتم کرکے گناہ میں مبتلا ہوئے ہیں معاف کر دوں۔ سو میں نے دل سے ان کو معاف کر دیا ہے اس سے آگے میرے قبضہ سے باہر ہے۔"

(بحوالہ صدق)

شرافت نفس انہی بہتان طرازیوں کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے بھی مورخہ ۱۰ جون ۱۹۳۰ء کو حضرت تھانوی کو حسب ذیل اطلاع بھیجی کہ

"پچھلے دنوں جناب والا کے متعلق عجیب عجیب شبہات سننے میں آئے ایک صاحب نے ایک مولوی صاحب کے حوالہ سے بیان کیا کہ جناب نے

یہ فتویٰ دے رکھا ہے کہ جب تک جسم پر دو ایسی کپڑے کا کوئی جزو نہ ہوگا نماز درست نہ ہوگی۔ معاذ اللہ۔ ایک دوسرے صاحب نے بیان کیا کہ آپ نے بیان القرآن سورۃ المائدہ کی آیت وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً کے تحت میں گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ موالات و مودت فرض قرار دی ہے۔ پہلے افترا کی تو زبانی تردید کرکے خاموش رہا۔ اس دوسرے افترا کی تردید اصل تفسیر سے اقتباس دے کر اب کی ہفتہ کے پرچہ میں شائع کر رہا ہوں۔

(حکیم الامت صفحہ ۴۳)

آپ نے انہیں لکھا کہ

"یہ آپ کی محبت ہے۔ مگر مجھ کو تو طبعاً اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اس اہتمام میں نہ ان کا ضرر نہ میرا۔ بلکہ جواب دینے میں ان کا یہ ضرر ہے کہ اب تو وہ اتہام میں معذور ہیں اور جب وہ جواب پر مطلع ہو کر قبول نہ کریں گے تو عاصی ہوں گے۔ تو ایک مسلمان کو عاصی بنانا کیا نافع ہوا۔ (بحوالہ صدق)

ایسے حالات میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ؎

ہیں مطابق نظم انسانی کے سب اس کے اصول
علم و حکمت کے قریب اور عقل و دانش کے قریں

اور عمر و دما یا اختر نے یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ؎

نہیں دیکھا کہیں دیکھا جمال ایسا کمال ایسا
دکھائے کوئی اگر ہو کوئی جمال ایسا کمال ایسا

نادان نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سمجھدار حضرات بھی ہیں۔ جو میری حالت سے بخوبی واقف ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ یہ تمام باتیں جو میری طرف عوام منسوب کرتے ہیں۔ غلط ہیں اور لوگ ناحق بدگمانیاں کر کے معاصی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس اگر عوام کے دین کی حفاظت کی ضرورت تھی تو ہلکی تدبیر یہ تھی کہ واقف حضرات خود ان بدگمانیوں کو رفع کرتے اور لوگوں کو نفع پہنچاتے اور ان کا ایسا کرنا مفید بھی ہوتا۔ کیونکہ وہ بے غرض تھے۔ اور مجھ پر غرض کا شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کو میں دور نہیں کر سکتا۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ میں ایسا چاہتا ہوں۔ جس نے معاملہ خدا کے سپرد کر رکھا ہے۔ مقصود صرف اس سوال کے جواب میں اس طریق سے اطلاع دینا ہے۔ اس وجہ سے جو تدارک میرے اختیار میں تھا۔ وہ صرف یہ تھا کہ میں ان تمام لوگوں کو جو ناحق بدگمانی، افترا، سب و شتم کر کے گناہ میں مبتلا ہوئے ہیں معاف کر دوں۔ سو میں نے دل سے ان کو معاف کر دیا ہے۔ اس سے آگے میرے قبضہ سے باہر ہے۔"

(بحوالہ سعد)

فراخت نفس انہی بہتان طرازیوں کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے بھی مورخہ ۱۰ جون [illegible] کو حضرت تھانوی کو حسب ذیل اطلاع بھیجی کہ

پچھلے دنوں پنجاب والے شخص کے متعلق عجیب عجیب اتہامات سننے میں آئے ایک صاحب نے ایک مولوی صاحب کے حوالے سے بیان کیا کہ جناب نے

یہ فتویٰ دے رکھا ہے کہ جب تک جسم پر وہ قیمتی کپڑے کا کوئی جزو نہ ہوگا۔ نماز درست نہ ہوگی۔ معاذ اللہ۔ ایک دوسرے صاحب نے بیان کیا کہ آپ نے "بیان القرآن" سورۃ المائدہ کی آیت وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً کے تحت میں گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ موالات و مودت فرض قرار دی ہے پہلے افترا کی تو زبانی تردید کر کے خاموش رہا۔ اس دوسرے افترا کی تردید اصل تفسیر سے اقتباس دے کر آپ کی ہفتہ کے پرچہ [illegible] کر رہا ہوں۔

(حکیم الامت ص ۴۲)

آپ نے انہیں لکھا کہ

"آپ کی محبت ہے۔ مگر مجھ کو تو طبعاً اچھا معلوم نہیں ہوتا اس اہتمام میں نہ ان کا ضرر نہ میرا۔ بلکہ جواب دینے میں ان کا یہ ضرر ہے کہ اب تو وہ اتہام میں معذور ہیں اور جب وہ جواب پر مطلع ہو کر قبول نہ کریں گے تو عاصی ہوں گے۔ تو ایک مسلمان کو عاصی بنانا کیا فائدہ" (بحوالہ سعد)

ایسے حالات میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ؎

ہیں مطابق فطرت انسانی کے سب ہی کے اصول
علم و حکمت کے قریب اور عقل و دانش کے قریں

اور بصد دعویٰ یہ کہتے ہیں بالکل حق بجانب ہیں کہ ؎

نہیں دیکھا کہیں دیکھا جمال ایسا کمال ایسا
دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ جمال ایسا کمال ایسا